

صغریٰ بیگم
صدر شعبہ اردو
گورنمنٹ کالج۔ بہاولپور

ترکی اردو تراجم

In Sub Continent people are very much impressed by Rumi notes. Especially Muslims accept him as basic leaders of mystic philosophy. There are many translations of Turkey to Urdu. But, in the Turkey, the medium of instruction in education is completely Turkish. So they have studied our total literature in Turkey language. They established Urdu departments in their main universities, as Istanbul University, Ankara University, Saljuk University and now in Van University and Kayeseri University also. There are Ilahiyaat departments in Turkish Universities in which, the Iqbal and Rumi thoughts are main research topic about illahiyat. This is a first hand and original data basis research, which used no secondary source but all basic and primary sources.

اس موضوع کے لیے، ایک بنیادی نکتہ، ترکوں کی (اتاترک کی دی ہوئی) ”قومی خود اعتمادی“ کو سامنے رکھنا ہوگا۔ ویسے تو یہ مسئلہ، پوری یورپی اقوام میں جذباتی حد تک بڑھا ہوا ہے۔ یا ہمیں اسی طرح محسوس ہوتا ہے! کیونکہ ہم قومی خود اعتمادی نامی چڑیا سے آشنا ہی نہیں۔ لیکن کوئی فرانسیسی، جرمن، اطالوی، حتیٰ کہ وہ یونان، جو یورو گروپ کی مالی مدد پر زندہ ہے۔ زبان کے معاملے میں کسی کی پیروی پر تیار نہیں۔ آسٹریلیا کے قدیم باشندے، اپنی وزیراعظم پر قاتلانہ حملے کرتے ہیں کہ تم انگریز ہو، اور ہمیں انگریزی کے نیچے دبا رکھا ہے۔ چینی، سارے علوم، اپنی زبان میں منتقل کرتے ہیں۔ عربی تو باقیوں کو عجیب کہتے ہیں۔ مگر ہمارے لیے، شعبہ اردو، استنبول یونیورسٹی کے سربراہ ڈاکٹر خلیل طوق آر کی بات بہت چھیتی ہے کہ ”ترکوں کو تو ترجمان دیکھنا پڑے گا۔ آپ خواہ، انگریزی لکھو یا اردو، ان کے لیے برابر ہے۔ آپ یہاں کس کو انگریزی سنانا یا پڑھانا چاہتے ہیں؟ اس طرح، صرف آپ کی سبکی ہوتی ہے“ (۱) مگر ہم کسی ایسے بڑے وقت میں انگریزوں سے زیر ہوئے کہ پھر کبھی اپنے آپ پر اعتماد نہ کر سکے۔ ہمارے سفارت خانے، انگریزی ہی کو اپنا ذریعہ اظہار سمجھتے ہیں۔ بلکہ ملک کے اندر بھی ساری انتظامیہ، انگریزی ہی کو ذریعہ اظہار کے طور پر برتی ہے۔ اور اس نقالی پر شرمندہ ہونے کی بجائے اتراتی ہے۔ یہاں ہمیں تو اندازہ نہیں ہوتا، کیونکہ ہم قومی حمیت سے آشنا ہی کب تھے؟ مگر ترک چونکہ ہمارے دوست اور ہی خواہ ہیں۔ تو انہیں ہماری اس کمترانہ سوچ سے دکھ ہوتا ہے۔ وہ اسے غلامانہ ذہنیت پر مبنی مانتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس کا اظہار کر دیتے ہیں۔ میاں بشیر احمد

مولوی عبدالحق کو ایک خط کے جواب میں لکھتے ہیں: ”میرے کئی ترک دوستوں نے تعجب، بلکہ افسوس ظاہر کیا کہ ہمارے پاکستانی اہل علم اکثر، انگریزی زبان کے بہت شائق ہیں۔۔۔ اسے وہ ہماری غلامانہ ذہنیت کا نتیجہ اور علامت سمجھتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ ہم آزادی کے صحیح معنی اور قدر سمجھیں“ (۲) مزے کی بات، کہ اتنی شرم دلانے والی کہانی بھی، ہمارے ڈپلومیٹ نے، بابائے اردو مولوی عبدالحق کو، انگریزی ہی میں لکھی۔ جس کا ترجمہ مولوی صاحب نے اردو میں شائع کیا ہے۔

ترک قوم، اپنی زبان پر مڑتی ہے۔ وہ اس کی کمی، کبھی دور کرنے کے لیے، کسی حد تک جاسکتی ہے۔ ترک، زبان کو اپنا تعارف و تشخص کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اس لیے دنیا کا ہر علم اس میں لانا چاہتے ہیں۔ ان کا ذریعہ، تعلیم صرف اور صرف ترکی ہے۔ حالانکہ ان کے ہاں، دنیا جہان کی زبانوں کے شعبے ہیں۔ اور وہ نہ صرف پڑھائی جاتی ہیں بلکہ کسی بھی ترک شہری کو لائسنس (گریجویشن) حاصل کرنے کے لیے، کم از کم ایک غیر ملکی زبان پڑھنا لازم ہے۔ ویسے بھی پاکستانی مقابلے کے امتحانی نصاب کی طرح، یہاں طالب علم کو ہزار نمبروں کے مضمون چننے ہوتے ہیں۔ اور وہ آزاد ہوتا ہے کہ وہ کس طرح، یہ تعداد پوری کرتا ہے۔ مرکزی تعلیمی نظام کو تو، اُسے ایک ہزار نمبروں کے کورس پاس کرنے کی سند دینی ہوتی ہے۔ مگر ایک غیر ملکی زبان پڑھنا لازم ہے۔

اتاترک نے، زبان کو لاطینی رسم الخط کی طرف موڑا، تو اس کی وجہ محض یورپ کی نقالی نہیں تھی، بلکہ یہ تو کسی طرح بھی کسی کی نقالی نہیں ہے۔ انہوں نے قطعی طور پر منفرد طرزِ تحریر (رسم الخط) ترتیب دیا۔ ہاں ایک وجہ سامنے ضرور تھی کہ جدید دور میں لاطینی رسم الخط میں، دنیا کے علوم بھر گئے ہیں۔ اس لیے ترکوں کو بھی، انہی حروف سے آشنائی ضروری لگی، مگر اپنی شناخت برقرار رکھتے ہوئے، زبان پر بہت اصرار کی ضد کو، کامیاب کرنے کے لیے ترکوں نے، دنیا جہان کے علوم، ترکی زبان کے اندر منتقل کرنے کی تحریک شروع کی۔ جو اُسی رفتار اور جذبے سے قائم و دائم ہے۔ حد یہ ہے کہ وہ لسانی شعبہ جاتی تدریس میں بھی، تحریر کی زبان، ترکی ہی رکھے ہوئے ہیں۔ مثلاً جرمنی کے شعبے میں جرمن پڑھنے والے ترک طالب علم، اپنے سارے بیان، ترکی میں لکھتے ہیں۔ وہ سارے جرمن ادیبوں کا کام پڑھتے ہیں۔ ان کی زندگی اور تخلیقات کو جانتے ہیں۔ جرمنوں کی تاریخ ہو یا ثقافت، ان کی سیاست ہو یا معیشت یا کوئی اور پہلو، اس پر کچھ کہیں گے یا لکھیں تو بیانیہ کی زبان ترکی ہوگی۔ یہ عمل محض مثال کے لیے پیش کیا گیا۔ ورنہ یہ روایت و طریق، یہاں زبان کے ہر شعبہ میں ہے۔ حتیٰ کہ وہ عربی، جو اُن کی مذہبی زبان ہے۔ اس شعبہ کے زبان و ادب کو بھی، اپنی ترکی میں ہی لکھتے ہیں۔ عربی شعبہ کے ڈاکٹریٹ تک مقالات ملاحظہ فرمائیں، سب ترکی میں لکھے ہوئے ہیں۔ اتاترک جس نے زندگی کا ہر پہلو، سرکار کے بس میں کر دیا تھا۔ ہر ترک شہری، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، غریب ہو یا امیر، شہری ہو یا دیہاتی، کسی کتبہ و فکر سے ہو، کچھ کرتا ہو، جب وہ سولہ سال کی عمر کو پہنچے گا۔ تو سپاہی ہو جائے گا۔ اور لازمی فوجی کورس کرے گا اس طرح، ان کی پوری قوم فوج ہے۔ سارے ترک فوجی ہیں۔ خواہ وہ زندگی کے کسی شعبہ سے وابستہ ہوں، مگر ترک زبان کا، ایسا ادارہ قائم کرایا گیا جو محض سرکاری نہ ہو

بلکہ ترکوں کی محبتوں کا امین ہو ”ترک زبان سوسائٹی“ سرکاری نہیں، بلکہ غیر سرکاری تنظیم ہے۔ سرکار، اس کی لاکھ سرپرستی کرتی رہے مگر وہاں کام کرنے والے، وہاں محض ملازمت کرنے نہیں جاتے بلکہ اپنے جذبہء محبت سے، اس میں کام کرنے جاتے ہیں۔ اس کے لیے، اپنی کمائی سے کچھ شامل بھی کرتے ہیں۔ اس طرح، اس کام میں مذہبی وابستگی سی محسوس ہوتی ہے۔ یعنی یہ محض ڈیوٹی نہیں، بلکہ زبان سے وابستگی، ان کے دل اور ان کی روح میں شامل ہے۔ وہ اس سے الگ سوچ بھی نہیں سکتے

-

پاک ترک تراجم کا معاملہ، اس پوری صورت حال سے الگ کر کے نہیں سمجھا جاسکتا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ وہ پاکستان سے، عربوں سے بھی زیادہ محبت کرتے ہیں۔ پاکستان بننے پر، جب اس کا قومی ترانہ بنایا گیا تو ترکوں نے اس کا ترکی میں منظوم ترجمہ کیا تاکہ آہنگ اور جذباتی ترنگ و کیفیت کم نہ ہو (۳)

ترجمہ، دراصل قوموں کے درمیان، رشتہ کا نام ہے۔ یہ وہ میڈیم ہے جس سے قربت کی شاخ پھلتی ہے کیونکہ ترجمہ کبھی ہو، ہو نہیں ہوتا اس میں دونوں معاشروں اور قوموں کا ضمیر و خمیر باہم شیر و شکر ہو جاتا ہے۔ اس سے علوم کی منتقلی ہی کا عمل نہیں ہوتا، قوموں کے باہمی اشتراک کو بھی نمولتی ہے۔ ہزار سال پہلے برصغیر دھرتی پر ایک ترک دانش ور امیر خسرو نے اس کا عملی نمونہ پیش کر کے اردو کو وضع کیا تھا (۴) جو دو قوموں کے ملاپ کا سبب ٹھہرا۔ اسی لیے تو ترک ہمیں اپنا عزیز جانتے ہیں۔ ان کی محبت پورے برصغیر سے نہیں، بلکہ اردو والوں سے ہے۔ کتنی مضبوط بنیاد ہے؟ اس تعلق و رشتے کی! سجاد حیدر یلدرم جب ہند کی قصہ گوئی میں نیا پیوند لگا رہے تھے۔ بقول نوریہ بلک کے: ”انہوں نے ترک بیان کو ہند ثقافت پہنا دی“ (۵) تو برصغیر کے فکشن کی دنیا میں انقلاب آگیا۔ اور اردو میں مختصر افسانہ لکھا جانے لگا۔ یعنی اردو فکشن، عہد جدید کے مصروف انسان کے تقاضوں کا ساتھ دینے کے قابل ہو گیا حالانکہ ان خلافت والوں کی عظمت کی داستانیں تو جانے کب سے ہمیں از بر تھیں اس طرح معاشرے اور قومیں باہم شیر و شکر ہوتی ہیں کہ ان کے ملاپ و انجذاب کی تاریخ متعین کرنا، باریک بینی کا طالب ہو جاتا ہے۔

ترجمہ خیال کو نیا قالب پہناتا ہے۔ اس میں تخلیقی صلاحیت کا بنیادی حصہ متحرک ہوتا ہے یعنی وسط اسء کے ترک سلطان کا فرزند قلی قطب شاہ اردو زبان کو اپنے احساسات کی قوت سے، صاحب دیوان کر جاتا ہے (۶) جیسے کہ یلدرم کے تراجم، بقول نوریہ بلک: ”یلدرم کے بیان میں تخلیقی شان ہے۔ وہ کہیں سے بھی نقالی نہیں لگتے بلکہ یہ تقلید، تخلیقی سطح سے سرفراز ہو گئی ہے“ (۷)

ہماری زبان کی پیدائش و ترتیب کے زمانے میں ترکوں نے برصغیر جاکر یہ عمل شروع کیا یعنی وسط اسء سے آئے ترک، اخون، اور پھر اسلام کا زمانہ آغاز ہوا۔ صوفیا آئے، پھر باقاعدہ ترک سلطنتیں دلی تک قائم ہوئیں۔ خسرو، جیسے جوہر قابل، آئے۔ جب دکن کے ترک صوبے دار، بادشاہ بننے چلے تو وہاں ترکی کا پیوند صرف لسانی سطح پر ہی نہیں، علمی

وتہذیبی سطح پر بھی ہندی بھاشاؤں کو سینچنے لگا۔ اس پھوند کاری نے ایک مکمل زبان تعمیر کر لی تو باقاعدہ طور پر سجاد حیدر یلدرم جیسے تخلیق کاروں نے ترکی زبان کا ادب اردو میں منتقل کیا۔ یہ اس رشتہ کا دوسرا ایگ ہے۔ جب دونوں زبانوں کی مکمل منفرد شخصیت و تعارف پا چکی ہیں۔

قوموں میں باہمی تراجم کی معروف جہتیں دو ہونی چاہئیں یعنی ہمارے ہاں اردو میں تراجم ہوں اور ان کے ہاں ترکی میں تراجم ہوں۔ یہ سلسلہ ہماری طرف سے شروع ہوا یعنی سجاد حیدر یلدرم کے ترکی سے اردو تراجم، لیکن ہم اپنی ترجیحات میں کچھ سے کچھ ہو گئے اور اپنے زبان و ادب کو سینچنے یا بڑھوتری کے تردد چھوڑ بیٹھے بلکہ ہماری زبان تو خود اپنے گھر میں غریب الدیاروں جیسے سلوک کی سزاوار ٹھہری لیکن ترکوں نے یہ تعلق ہمیشہ نبھایا اور نہ صرف ہمارے ادب کی تراجم کیے بلکہ ہماری ادبی تاریخ بھی اپنی قوم کو بتانی چاہی۔ ہماری سیاسی، معاشرتی، تہذیبی و ثقافتی تاریخ بھی اپنی زبان میں منتقل کی حتیٰ کہ ہمارے بارے میں، دوسری زبانوں میں بھی، جو تاریخ موجود تھی، اسے بھی ترکی میں ترجمہ کر کے، ہماری محبت کا دم بھرا۔

انقرہ یونیورسٹی کے السنہ شرقیہ کے معروف پروفیسر صدر شعبہ اردو ڈاکٹر شوکت بولونے اپنی عمر اردو کی محبت و خدمت میں گزار دی۔ انہوں نے حامد حسن قادری، رام بابو سکسینہ کی اردو تاریخوں، ابواللیث صدیقی کی اردو ادب، شیخ اکرام کی تینوں معروف کتابوں آب کوثر، رود کوثر، موج کوثر، صباح الدین جامی کی ”مسلم برصغیر تمدن“ کے علاوہ برصغیر کی تاریخ کی کئی کتابوں کے ترکی تراجم، اپنے طالب علموں سے کرائے۔ بالی جبریل اور ندوی کی اقبال کا لکھنا کا ترکی ترجمہ کیا۔ اردو ترکی لغت مرتب کی۔ ۱۹۹۳ء میں تمنغہ پاکستان سے نوازے گئے۔ برصغیر کی تاریخ و ثقافت کے حوالے سے لکھے گئے، ڈاکٹریٹ اور ماسٹر کی سطح کے مقالات میں اردو متون کے ترکی تراجم کیے گئے ہیں۔

غیر مطبوعہ مقالات پی ایچ ڈی

شمار	موضوع	سکالر	رہنما/نگران	سال
1-	ہند کا مغل دور،	گلبرین ہالچی	شوکت بولو / مرسل اوز ترک	1995ء
2	برصغیر کی فکری تحریکیں،	درمش بلغور	سلمیٰ بٹلی	
3-	بابر کی خدمات،	مقدور گنیری	سلمیٰ بٹلی	2000ء

غیر مطبوعہ مقالات ایم اے

4	ترک جہانگیری میں موضوعات	گلبرین ہالی جی	شوکت بولو	۱۹۸۹ء
---	--------------------------	----------------	-----------	-------

- 5۔ بابر کے موضوعات مقدر گوئیری ۱۹۹۴ء
- 6۔ تزک بابری سووم دادولو ۱۹۹۵ء
- غیر مطبوعہ تحقیقی تراجم/مقالہ جات، بی اے شعبہ اردو، انقرہ یونیورسٹی، بغیر اندراج
- 7۔ تاریخ پاکستان از محمد علی چراغ ص ۹۳-۲۴ مترجم ثانیہ اوز جلال ۹۷ء
- 8۔ حوا یل مز ۱۰ء
- 9۔ ص ۱۲۰-۷۶ ایک ترکمان ”
- 10۔ ص ۴۷۷-۳۳۴ عارف مولیٰ ”
- 11۔ ص ۳۹۵-۳۵۴ ماہر اکمان ۱۱ء
- 12۔ ص ۳۷۲-۳۱۰ ایمل سی ”
- 13۔ ص ۳۵۳-۳۱۱ نازلی ”

موجودہ سال ۲۰۱۲ء میں سات لیسنس (بی اے) کے طالب علموں نے ”تاریخ پاکستان از محمد علی چراغ“ کے انتخابات کا ترجمہ کیا۔ پہلی بار ص ۲۴ سے ۹۳ تک کا ترجمہ ثانیہ اوز نے ۱۹۹۷ء میں کیا۔ پھر دس گیارہ اور بارہ کے تین سالوں میں ڈاکٹر جلال سونیدان نے اپنے ساتھ کام کرنے والے ۱۵ مترجموں کو اسی کتاب سے انتخابات ترجمہ کرنے کو دیے۔ اس طرح تراجم کی ترجیح میں یہ کتاب سب سے اوپر رہی۔ جسے کل سولہ طالب علموں نے اپنی ڈگری کے لیے ترجمہ کیا۔

- 14۔ رود کوثر سادات ابانزا اولو شوکت پولو ۱۹۹۰ء
- 15۔ فاطمہ دبیر جان ”
- 16۔ ص ۴۷۷-۳۸۶ مترجم نوری آئین ”
- 17۔ ” مترجم نور اللہ جان دار ”
- 18۔ ص ۳۷۸-۳۰۸ مترجم گل بن مزراکلے ”
- 19۔ ” مترجم خاقان قیوم جو ”
- 20۔ ص ۷۷-۱۷ مترجم آئین تیز ”
- 21۔ ص ۱۴۸-۱۰۵ مترجم یاسین فندا ”
- 22۔ ص ۳۶-۷ مترجم سید اسون مزط ”
- 23۔ ص ۱۰۴-۶۷ فاطمہ چغت پچی ”

دوسرے نمبر پر شیخ اکرام کی رود کوڑ ہے۔ جسے ۱۹۹۰ء کے ایک سال میں شوکت بولو صاحب نے دس طالب علموں سے ترجمہ کرایا۔

- 24۔ تحریک پاکستان از اشتیاق قریشی جواد اوناں شوکت بولو ۱۹۸۴ء
- 25۔ " " " " ص ۴۵-۱۴۵ محرم تسمائی
- 26۔ " " " " آگن بیار
- 27۔ " " " " میلے کے آئین الپ
- 28۔ " " " " ص ۲۱۹-۲۵۵ مترجم گل چین ۸۵ء
- 29۔ " " " " جلد دوم ص ۱-۹۷ مترجم سمیعہ الان کش ۸۶ء
- 30۔ " " " " مترجم نصیبہ گوکلو
- 31۔ " " " " جلد ۴ امینہ اولکو ارکان
- 32۔ " " " " ص ۳۶-۱۳۰ مترجم ابراہیم گل سرین
- 33 تیسرے درجہ پر تحریک پاکستان از اشتیاق قریشی کو ۸۴، ۸۵ اور ۸۶ کے سالوں میں بولو صاحب نے دس طالب علموں سے ترجمہ کرایا۔
- 34۔ پاکستان از ہوسٹ اردمان، مترجم، مقدر گنیری شوکت بولو ۸۷ء
- 35۔ " " " " عبدالقادر دوان
- 36۔ " " " " مرتج آک سو
- 37۔ " " " " فرح دیبا کراز
- 38۔ " " " " ص ۲۴۵-۳۴۵ مترجم زوہل یوہل ۹۳ء
- 39۔ " " " " مترجم عمر یوہل
- 40۔ " " " " ص ۳۴۴-۳۴۵ اوزلم سون لگ ۹۴ء
- 41۔ " " " " آئی نور ۹۵ء
- 42۔ " " " " امینہ آرزو
- پاکستان از ہوسٹ اردمان کے نو حصے ترجمہ ہوئے۔
- 43۔ جدید تاریخ پاک و ہند، از کے علی ص ۱۰۴-۱۷۱ مترجم علی اتیجی ۹۳ء
- 44۔ " " " " ص ۱۱۱-۴ طارق اوستا

- 45- ' ' مترجم مصطفیٰ ص ۱۲۹-۱۹۷
- 46- ' ' مترجم عائشہ گل ص ۸۸-۱
- 47- ' ' مترجم فائقہ ص ۱۲۸-۴۴
- 48- ' ' ہنکار یون دم لی
- 49- ' ' مترجم نسلے حان گلبرین ۹۸ء
- نوے کی دہائی میں کے۔ علی کی تاریخ پاک و ہند کے سات طالب علموں نے مختلف حصوں کے ترجمے کیے۔
- 50- تاریخ پاک و ہند از معین الحق، ص ۱۹۴-۲۶۲ مترجم عائشہ ساؤجی شوکت بولو ۸۴ء
- 51- ' ' ارمنان اسان ص ۱۰۱-۱
- 52- ' ' مترجم عدالت ص ۲۰۳-۱۰۲ ۸۸ء
- 53- ' ' مترجم عرفاروق ص ۳۰۴-۲۰۴
- 54- ' ' مترجم مظفر ص ۴۰۲-۳۰۴
- 55- ' ' مترجم کنعان ص ۳۶۱-۲۹۶
- ۸۴ء، ۸۶ء اور ۱۹۸۸ء کے سالوں میں معین الحق کی تاریخ پاک و ہند کو چھ طالب علموں نے گریجویشن کے لیے ترجمہ کیا۔
- 56- قیام پاک از خالد بن سید سلمیٰ یلماس ۸۹ء
- 57- ' ' مترجم ارجان ۹۰ء
- 58- ' ' مترجم اوزلم کار ص ۱۹۰-۱۱۰
- 59- ' ' مترجم ابراہیم کارا ص ۲۷۹-۱۹۸
- 60- ' ' مترجم اول بے سرگن ص ۳۰۳-۲۱۲
- 61- ' ' مترجم زگس ایلترا ص ۱۹۷-۱۱۰
- 62- ' ' مترجم بیروول ۹۱ء
- اتانویں نوے اور اکیانوے کے سالوں میں سات طالب علموں خالد سعید کی کتاب قیام پاکستان سے انتخابات کے ترجمے کیے۔
- ہاشمی کی تاریخ کے چھ ترجمے ہوئے۔
- 63- تاریخ پاک و ہند از ہاشمی ص ۱۵۳-۲۲۰ مترجم شولے شمشک شوکت بولو ۸۹ء

- 89- تحریک آزادیء ہند از کلیان کمار گپتا مترجم گل حسین ۸۹ء
- 90- ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی از روبینہ ترین مترجم درمش بلغور بولو ۱۹۹۰ء
- 91- پاکستان کی سیاسی جماعتیں ص ۲۰۹-۲۷۵ لطفو اوزجان بولو ۱۹۹۳ء
- 92- پاکستان از این میری شمل و عثمان ملک ص ۱۳-۹۰ مترجم تنجائی کوکین، بولو ۹۶ء
- 93- مغلیہ سلطنت کا انتشار مترجم بینکویو گل سرین ۹۷ء
- 94- علامہ اقبال مصطفیٰ شاہین ۸۳ء
- 95- حیات قائد اعظم بانیئے سن اگن جلال ۲۰۰۲ء
- 96- جناح کے آخری دس سال، ارمان اسان اپچی بولو ۱۹۸۹ء
- 97- سرسید احمد خان، سیاسی سوانح، از شان محمد مترجم الیاس بولو ۹۳ء
- 98- سوانح سرسید مترجم اژدر ۸۷ء
- 99- ابن سینا حدیچہ جان اردو شوکت بولو ۱۹۹۰ء
- 100- پاکستان ناگزیر تھا ص ۱-۶۰ سلوین سر تاش جلال ۲۰۰۷ء
- 101- ستاون کی دلی ایلوان گرگن جلال ۲۰۰۹ء
- 102- ۱۸۵۷ء کے مصائب دیتیز گون جی جلال ۲۰۱۰ء
- 103- ترک دور کی دلی کی ساجد حلیہ گلشن ۸۲ء
- 104- تاریخ مساجد اور اسلامی معاشرہ گزین گوریل بولو ۸۳ء
- 105- پہلی دلی سلطنت کی ہند میں مساجد و مزارات شریفہ شاہین بولو
- 106- اسلام اور مساجد ہند میں تانز سوئے تعمیر
- 107- پاک ترک تعلقات مترجم بیدیہ توران ۸۶ء
- 108- birth growth of muslim nation by Richerd_ نور یہ بلک ۸۵ء
- 109- مطالعہ پاکستان از ایم ڈی ظفر ص ۲۰۵-۲۰۲ اوزجان تاش بولو ۸۷ء
- 110- ۱۰۵ آئی فرزن بولو
- 111- عادل شاہی اسماعیل حکمت بولو ۸۷ء
- 112- عمر اٹک ۸۷ء
- 113- تاریخ کے اصول از ذکی کا خلاصہ ثروت یلماز ۸۷ء

- 114۔ قدیم ترک تاتار از deguignes چوتھی جلد، غزنوی و سلجوق مترجم عثمان اعوان اولو، بولو ۸۸ء
- 115۔ ہنز ترک اور مغل تاتاریوں کی عمومی تاریخ از ڈی کوینیٹز مترجم بیرال ادنات، بولو ۹۰ء
- 116۔ تقسیم ہند کی وجوہات مترجم شکر یے بولو ۸۸ء
- 117۔ ضیاء الحق کی سیاست فلز شوکت بولو ۸۸ء
- 118۔ PAKISTAN MISCELLANY Wheeler ص ۵۱-۱۱۲ جلال سونیدان، بولو ۸۸ء
- 119۔ تمدن ہند ص ۱۹۱-۲۶۷ مترجم آئی پری شاولی شوکت بولو ۸۸ء
- 120۔ قدیم تمدن ہند یل گن ایلکائی
- 121۔ پاکستان ایمر جنسی از محمد علی چودھری ص ۱-۵۱ مترجم احمد کاران
- 122۔ مختصر تاریخ پاکستان از ایم کبیر نصیبی
- 123۔ ص ۳۵-۱۰۴ درس اوئے سال
- 124۔ سلطنت دلی از قریشی ص ۹۴-۹۴ سراب اوز
- 125۔ سلطنت دہلی عبان شین
- 126۔ تخلیق پاکستان ص ۱-۶۰ اصل کرتک جلال ۲۰۰۳ء
- 127۔ نور جان ارسلان
- 128۔ لاہور شاہدہ اوزگل جلال ۲۰۱۱ء

اسی طرح قیام پاکستان کے حوالے سے لکھی گئی انگریزی (birth growth of muslim nation by Richerd اس طرح PAKISTAN MISCELLANY Wheeler) حتیٰ کہ یورپی زبانوں کو بھی ترکی میں ترجمہ کر کے اپنی قوم کو پاکستان سے آشنائی و تعلق عطا کیا (قدیم ترک تاتار از deguignes چوتھی جلد، غزنوی و سلجوق مترجم عثمان اعوان اولو یہ اطالوی مصنف ہے۔)

- 1۔ ہسٹری آف اردو لٹریچر از سکسینہ مترجم نور خان
- 2۔ ص ۲۲۵-۲۷۵ مترجم الحان
- 3۔ ص ۲۶۶-۴۷۷ مترجم محبت آتش

- 1۔ داستان تاریخ اردو از قادری، ص ۱-۹۲ مترجم سلیمان

۲۔	مترجم سعدی	
۳۔	مترجم گائے بیوک	۳۱۵-۴۰۳ ص
۴۔	مترجم بچت	۳۱۴-۲۵۲ ص
۵۔	مترجم گل اوزچہ	۴۶۵-۴۰۳ ص
۶۔	مترجم مجتبیٰ	۶۶۶-۵۵۹ ص
۷۔	مترجم نیازی	۷۴۵-۶۷۵ ص
۸۔	مترجم آئی نور	۸۱۴-۷۴۶ ص
۹۔	مترجم گوزی دے	۹۶۴-۸۱۴ ص
۱۰۔	مترجم امید	
۱۱۔	مترجم نجاتی	
۱۲۔	مترجم احمد تومر	

۱۔	پاکستانی ادب از عسکری ص ۶۵-۱۲۳	مترجم ہالوک صبر
	۲۲۵-۱۵۶ ص	مترجم علی امیرے
		مترجم نجاتی کو سے

ڈاکٹر حنیف فوق نے رام بابو سکسینہ کی تاریخ اردو کا ۱۹۷۸ء کے سیشن میں تین بی اے کے طالب علموں سے اور ۱۹۷۹ء کے سیشن میں بارہ طالب علموں سے حامد حسن قادری کی تاریخ اردو کے کچھ حصوں کا ترجمہ کروایا۔ حسن عسکری کی پاکستانی ادب کے بھی کچھ حصوں کے ترجمے کروائے گئے۔ ان کے علاوہ تاریخ ادب کے ان مندرجات کے ترجمے ہوئے۔

۱۔	اردو ڈراما از ابولیت صدیقی	مترجم شعلے السوئے
۲۔	برصغیر میں اردو ادب	احمد ایری یوک سل
۳۔	ہند میں عربی ادب از زبید احمد ص ۱۰۰-۲۰۳	مترجم شاہین
۴۔	خواتین افسانہ نگار از کشورناہید ص ۱۳-۵۵	مترجم آئی لن
۵۔	تاریخ زبان و ادب اردو، ص ۹۷-۱۳۵	مترجم ساجدہ

لغت کے حوالے بولو صاحب کی اپنی کاوش تو ابھی تک طباعت سے سرفراز نہیں ہو سکی لیکن لغت اور لسانی پہلو کو بھی

، انہوں نے ہر حال میں اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔

- 1۔ اردو ترکی مماثل الفاظ از اعظمی دوشک بولو ۸۷ء
- 2۔ ترکی و اردو میں قواعد کی مماثلت، سلمیٰ بینلی، سیسی نار بولو ۸۹ء
- 3۔ ترکی اور اردو کی قواعدی مماثلتیں، نوریے بلک، بولو ۱۹۹۱ء
- 4۔ لغت اردو۔ ترکی، ع۔ ق۔ ح۔ خ، سلمیٰ بینلی، بولو ۱۹۸۱ء
- 5۔ اردو لغت الف ت ح، کمال گوون بولو ۸۲ء
- 6۔ لغت h.z گلبرین ہالی جی بولو ۱۹۸۲ء
- 7۔ اردو انگلش لغت ص ۱۵-۳۰ مترجم مزین، سلمیٰ بتلی ۲۰۰۰ء
- 8۔ اردو انگلش لغت ص ۱-۱۵ مترجم آئے سن اوندیر، سلمیٰ بتلی ۲۰۰۰ء
- 9۔ اردو انگلش لغت ص ۳۱-۴۶ اسماعیل دیرکول، گلبرین ۲۰۰۰ء
- 10۔ اردو انگلش لغت ص ۴۵-۶۰ مترجم باربروس کالا، گلبرین ۲۰۰۰ء
- 11۔ ترکش، اردو، انگلش ڈکشنری ص ۷۰-۷۶ مترجم ابرو ۲۰۱۱ء
- 12۔ ڈکشنری اردو، از فرقان ص ۵۸۲-۶۸۰ مترجم ایلف ۲۰۱۱ء
- 13۔ زبان کیا ہے؟ غلیل صدیقی ص ۱-۶۸ مترجم دینیز سن، بولو ۹۲ء
- 14۔ مترجم نوریے بلک ۹۳ء
- 15۔ قواعد اردو از مولوی عبدالحق ص ۶۴-۱۱۸ مترجم اسماعیل ۰
- 16۔ ص ۱-۶۳ مترجم بانیرام ۰
- 17۔ ص ۱۱۹-۷۶ مترجم اورحان ۰
- 18۔ مترجم آئی کت کشمیر، جلال ۲۰۰۹ء

ادبی تراجم

- 1۔ ذوق دشت نوردی ص ۱۳-۸۳ مترجم جہان حقی، بولو ۱۹۸۸ء
- 2۔ منٹو کہانیاں مترجم آسیہ، فرقان حمید ۹۵
- 3۔ لوک داستانیں از مظہر الاسلام مترجم ہاندے توپ، سلمیٰ بتلی، ۹۸
- 4۔ گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی از مظہر الاسلام، حمیرہ، اشرف، ایضاً

- 5۔ مختصر کہانیاں، مترجم اوز خان، ۹۹
- 6۔ لوک کہانیاں، فاطمہ گلسرین ایضاً
- 7۔ آخری چال مترجم ساقی دون مز، گلسرین ایضاً
- 8۔ خواتین افسانہ نگار از کشور ناہید، مترجم آئی لن، اشرف ۲۰۰۱ء
- 9۔ ترکی کہانیاں ص ۱۱-۳۴ مترجم صنم سادہ، سلمی ایضاً
- 10۔ ایضاً اصلی اجک گیور، ایضاً ۲۰۰۳ء
- 11۔ اداس نسلیں، عبداللہ حسین ص ۱-۵۸ مترجم نباہت ایضاً
- 12۔ ترک کہانیاں ص ۳۵-۸۹ مترجم وکوریہ چک سواس ۲۰۰۴ء
- 13۔ ہنسارونا منع ہے، ست کرانائی، جلال ۲۰۰۹ء
- 14۔ ہنسارونا منع ہے، کمال اوغلو ایضاً، ایضاً

ترکی زبان سے اردو میں ایک ترجمہ ”نطق“ ہے۔ جو اتاترک سرکار کی طرف سے ایک سات سالہ کارکردگی رپورٹ ہے۔ جو اسمبلی میں پیش کی گئی۔

اس طرح کے پلندے حکومتوں کی طرف سے اسمبلیوں میں اراکین کو عموماً دیے جاتے ہیں۔ بلکہ ان کی اقامت گاہوں پر اجلاسوں پہلے پہنچا دیے جاتے ہیں۔ خدا معلوم اراکین، ان طویل دفاتر کا کہاں تک مطالعہ کرتے ہیں۔ لیکن اتاترک ایک فاتح جرنیل تھا۔ جس نے کم از کم اپنی خلافت ضرور فتح کر لی تھی۔ اور اس کی شوروی کے ارکان (ہر جرنیلی شوروی کی طرح) اس کی چشم عنایت کے منتظر رہتے تھے۔ صدیوں کی مسلم خلافت کا اب کیا حال تھا؟ خود اتاترک کی زبانی ملاحظہ ہو: ”(خلیفہ کی شکایت کا جواب) (۸)

یہ ایک طویل خطاب ہے۔ جو اس کی اپنی پارٹی کی دوسری کانگریس منعقدہ ۱۵ سے ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۷ء میں پیش کیا گیا۔ کیونکہ اس کے کچھ حصہ کو اتاترک نے اجلاس میں خود قرات کا اعزاز بخشا۔ اسی لیے، اس طویل ترین سرکاری بیان کو ”نطق“ کا نام اتاترک نے خود عطا کیا۔ اس نے، اس متن کے کچھ اقتباسات، ایوان میں اپنی زبانی سنائے۔ یہ وہ کہانی ہے، جو ایک جرنیل نے اپنی شوروی کے سامنے پیش کی۔ کہ اس دورانیہ میں کیا کیا واقعات پیش آئے اور وہ کیوں کر مسلم خلافت ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ یہ ترک قوم کے لیے، ایک تاریخی دستاویز ہے۔ یہ پہلی بار جولائی ۱۹۲۸ء میں عثمانی متن میں شائع ہوئی۔ اور پھر یہ مسلسل شائع ہوتی رہتی ہے۔ بلکہ کئی سالوں سے اس کے دوسری زبانوں میں تراجم کا سلسلہ چل نکلا ہے۔ جس کے لیے سرکاری ”اتاترک تحقیقی مرکز،“ فی صفحہ یا لفظ کے حساب سے اجرت دیتا ہے۔ آخری بار، اسے ترکی میں، اتاترک تحقیقی مرکز انقرہ کی سربراہ ڈاکٹر زینب کورکماز نے ۲۰۰۴ء میں شائع کیا ہے۔ اسی طباعت کے، اردو

میں ترجمہ کا کام ڈاکٹر اے بی اشرف نے کیا۔ جو اردو چیز پر تقرری کے حوالے سے ترکی آئے تھے اور ایدھر کے ہو کر رہ گئے۔ وہ اب پاکستانی سکول میں بچوں کو اردو پڑھاتے ہیں۔ انہوں نے، اس شاہی رپورٹ کو اردو کا جامہ پہنا کر، ترکی میں ایک اردو متن کا اضافہ کر دیا۔ اشرف صاحب بہت سینیئر استاد ہیں۔ ان کی زبان پر گرفت کی داد دینی پڑتی ہے۔ انہوں نے اردو قاری کے لیے کئی اصطلاحات بھی حاشیہ میں واضح کی ہیں۔ مثلاً ایوان بالا کو اپنے ترجمہ میں مجلس ”اعیان“ کہا۔ انہوں نے بیان ترجمہ میں اپنی اختراعی اصطلاح پر حاشیہ کے لیے نمبر (۱) درج کیا: ”پارلیمنٹ اور مجلس ”اعیان“ کے اجلاس ایک ہی جگہ اور ایک ہی وقت پر ہوں“ اور حاشیہ میں اسے یوں واضح کیا: ”بادشاہ کی طرف سے مقرر کردہ اور آج کے مفہوم میں سینیٹ کی جگہ لینے والی دوسری برتر مجلس“ (۹)

یہاں اردو زبان میں ایک نہایت اہم ترجمہ کیا گیا ہے۔ لیکن جس محبت و توجہ سے کیا گیا ہے۔ اور اسے قونیہ میونسپلٹی کلچرل پبلی کیشنز نے جس طرح پیش کیا ہے۔ اس کے لیے، اس منصوبے کے ڈائریکٹر جنرل ار جان اوسلو اور مدیر محمد بیرہ کل، داد و تحسین کے واقعتاً حقیقی سزاوار ہیں۔ مولانا روم کی حاضری کے لیے آنے والے، ہر اہم دانش ور اور قومی رہنما کو یہ تحفہ نہایت فخر سے پیش کیا جاتا ہے۔ یہ مولانا روم کی مثنوی کی چھ جلدوں کا سیٹ ہے۔ جسے اردو کا بہت دیدہ زیب و دلکش قالب عطا کیا گیا ہے۔ ویسے تو، اس ترجمہ کا اعزاز قاضی سجاد حسین کے حصے میں آیا۔ مگر اس منصوبے کی کامیاب تکمیل میں، انقرہ یونیورسٹی شعبہ اردو سے ڈاکٹریٹ یافتہ، سلجوک یونیورسٹی قونیہ کے دو قابل پروفیسر درمیش بلغور اور خاقان قیوم جو کی محنت و محبت کی تحسین لازم ہے۔ اس ترجمہ کی پہلی اشاعت ۲۰۰۶ء میں سامنے آئی۔ اس کے ناشر ادارہ ثقافت قونیہ ہیں۔ اس ترجمہ کا سب سے بڑا کمال یہ ہے۔ کہ اس میں مولانا کا بیان زندہ ہے۔ اس کا لسانی چولا فارسی سے، بغیر ذرہ بھر اخراج یا تبدیلی کے اردو ہوا۔ اس حساس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ایک پورا ادارہ قائم کیا گیا۔ اصل میں، ترک مولانا کے کلام کے معاملے میں نہایت حساسیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہ مولانا کے بیان کے حوالے سے کسی تساہل کے روادار نہیں۔ قوموں کو، اپنے اثاثوں کی قدر ہوتی ہوگی۔ مگر اس کا عملی مظاہرہ ترکوں کی سیاحت کی صنعت کو دیکھ کر ہوتا ہے۔ جن کے قومی عجائب گھر ہزاروں سالوں کے انمول اثاثے، یوں سنبھالے ہوئے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ ظاہر ہے، ترجمہ معنی کو کہیں سے کہیں اڑا کے لے جاسکتا ہے۔ لسانیاتی اصول کے مطابق کوئی بھی لفظ مکمل طور پر کسی کا متبادل نہیں ہوتا۔ یہ ادراک ترکوں کو بہت شدت سے ہے۔ وہ اپنے عظیم دانش ور اور دینی و فکری رہنما کی حکایت میں تحریف کا خطرہ بھی مول لینے کو تیار نہیں۔ وہ مولانا کے بیان کو کسی خاص ذہنی یا فکری مترجم کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتے۔ اس عظیم الشان منصوبے میں مولانا کے بیان کی نہ صرف حقیقی روح برقرار رکھی گئی ہے بلکہ بیان کی ظاہری صورت میں بھی کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ یہ کام صرف مترجم کا نہیں ہے۔ اس منصوبہ کو سمجھنے کے عمل میں، مجھے، بر صغیر میں گلکراسٹ کی ترجمہ تحریک یاد آگئی۔ حالانکہ وہاں تقدیس کی کوئی سطح نہیں تھی۔ وہ تو بس سادگی و سہولت چاہتے

تھے۔ ہاں انگریزوں کو، اپنی تحریم کچھ زیادہ عزیز تھی۔ مترجم، ایک مزدور کی طرح، اپنا روز کا کام دکھاتا اور صبح کراتا تھا بلکہ مزدوری سے پہلے مالک سے کام کا معیار اور طرز و طریق سمجھتا تھا۔ لیکن پھر شام کو مالک، یہ جانچتا تھا کہ جس مترجم کو سطروں کا معاوضہ دینا ہے، اس نے دیے گئے معیار کو، کس حد تک برقرار رکھا ہے؟ اسی توجہ و تہذیب نے تو اردو کو میر امن دیے، ورنہ کہانی تو موجود تھی۔

اس اردو ترجمہ مثنوی معنوی میں خط تحریر نسخ ہے۔ اور کمپوزنگ میں موٹائی کا نمبر ۱۰ ہے۔ اس طرح، اس کی ضخامت، عام نسخوں سے چھ گنا کم ہے۔ کیونکہ رسائل لکھت کی موٹائی کا سائز کم سے کم چودہ ہوتا ہے۔ جبکہ اردو کتابیں ۱۶ سے ۱۸ کی موٹائی میں لکھی جاتی ہیں۔ اس طرح متن کی ضخامت سنبھال لی گئی ہے۔ اور خط شکستہ میں لکھے گئے مثنوی معنوی کے بھاری بھر کم بیانیہ کو پسندیدہ صورت دستیاب ہو گئی ہے۔ منصوبے کے منتظمین نے بالائی طلائی حراہوں پر مشتمل مردجہ قرآنی حاشیہ والا نفیس آفسٹ کاغذ استعمال کیا ہے۔ ترجمہ کی منظوم صورت قائم رکھی گئی ہے۔ ابیات ہو، ہواصل ترتیب میں ہیں۔ جن کی لکھاؤ کا رنگ سیاہ ہے۔ مگر عناوین سنہری حروف میں درج کیے گئے ہیں۔ پہلی جلد کے آغاز میں ترجمہ سے پہلے فہرست عناوین ترتیب دی گئی ہے۔ پھر ہر عنوان سنہری حروف میں لکھا گیا ہے۔ جس کے نیچے، اس کا مکمل بیان، اصلی ترتیب سے پیش کر دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں اہم پیش رفت یہ ہے کہ ہر مصرعہ کو اپنی جگہ و ترتیب میں تحریر کیا گیا۔ اس طرح بظاہر، یہ شعری اندارج محسوس ہوتا ہے۔ بس فارسی اشعار کو اردو لفظوں کا قالب مل گیا۔ ظاہر ہے فارسی کلمہ صوتی لحاظ سے اردو سے مماثل نہیں۔ اس لیے وزن کی شرط قائم نہیں رہی۔ مگر آہنگ کی شعوری کوشش، بیان کو معتبر و مرغوب بنا رہی ہے۔ اس منصوبہ میں، اسلامی تدوین کی شاندار تحقیقی روایت، اپنی بہار دکھا رہی ہے۔ فن ترجمہ کے اصول کے مطابق، یہ آزاد ترجمہ نہیں۔ بلکہ حقیقی ترجمہ ہے۔ کسی مصرعہ میں اگر کوئی ایک لفظ بھی بیان کی وضاحت کے لیے شامل کیا گیا تو اسے قوسین میں درج کیا گیا۔ یوں بیان رومی کی اصلیت کی تدقیق و تدوین کا معیار و مرتبہ مجروح نہیں ہونے دیا گیا۔ مثال کے لیے پہلی جلد کے اولین اشعار ملاحظہ فرمائیں: (۱۰)

”بانسری سے سن! کیا بیان کرتی ہے
میرے نالے سے مرد و عورت (سب) روتے ہیں
میں ایسا سینہ چاہتی ہوں جو جدائی سے پارہ پارہ ہو
جو کوئی اپنی اصل سے دور ہو جاتا ہے
تاکہ میں عشق کے زور کی تفصیل سناؤں
وہ اپنی وصل کا زمانہ پھر تلاش کرتا ہے“

اس جلد کے ۳۸۵ صفحات ہیں۔ سائز ۸x4 ۱۸ انچ ہے۔ دوسری جلد کے ۳۴۵ صفحات ہیں۔ تیسری جلد کے ۳۴۵، چوتھی کے ۲۶۰، پانچویں کے ۳۰۳ اور چھٹی جلد کے ۳۳۰ صفحات ہیں۔ یہ ترکی سے اردو ترجمہ ہے نہ اردو سے ترکی، مگر میرے موضوع کے محیط میں ہے کہ کس طرح دو قوموں نے باہمی تعلق کے لیے لسانی دیواریں عبور کر کے

اشتراک و محبت کے تندرست ریلے کو راہ دی۔ ترک یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان اور ترکی کے تعلق میں، دور روحانی و فکری رہنماؤں کا عقیدت و احترام کا رشتہ بنیادی اساس ہے۔

حوالہ جات

- ۱۔ ترک یونیورسٹیوں میں اردو تدریس، ڈاکٹر ظلیل طوق آر کا مضمون مطبوعہ اخبار اردو اسلام آباد، اکتوبر ۲۰۰۸ء، ص ۳۵
- ۲۔ میاں بشیر احمد، مکتوب بطور جواب بنام مولوی عبدالحق، محررہ بتاریخ 12 جون 1951ء، مشمولہ کتاب عبدالحق ”اردو بحیثیت ذریعہ تعلیم سائنس“، انجمن ترقی اردو پریس کراچی، 1952ء، ص 51-65
- ۳۔ بحوالہ ثروت صولت، اقبال اور ترکی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۳۳۷
- ۴۔ کلیات امیر خسرو
- ۵۔ نوریئے بلک، ”سجاد حیدر یلدرم شخصیت و فن“، غیر مطبوعہ مقالہ برائے پی ایچ ڈی اردو، زیر نگرانی ڈاکٹر شوکت بولو، 1997ء، انقرہ یونیورسٹی، کلیہ لسان، کتب خانہ اندراج نمبر DT532/190275، ص 12
- ۶۔ قلی قطب شاہ، دیوان،
- ۷۔ نوریئے بلک، ”سجاد حیدر یلدرم شخصیت و فن“، غیر مطبوعہ کاروائی سیمینار برائے پی ایچ ڈی اردو، زیر نگرانی ڈاکٹر شوکت بولو، 1993ء، انقرہ یونیورسٹی، کلیہ لسان، ص 45
- ۸۔ اتاترک، نطق، مترجم اے بی اشرف، اتاترک تحقیقی مرکز، انقرہ، ۲۰۱۱ء، ص ۵۰۲
- ۹۔ ایضاً، ص ۱۸۴
- ۱۰۔ مولانا جلال الدین رومی، مثنوی معنوی، جلد اول، مترجم قاضی سجاد حسین، پہلا ایڈیشن اکتوبر ۲۰۰۶ء، ادارہ ثقافت قونیہ، قونیہ میونسپلٹی کلچرل پبلی کیشنز، ترکی 0-34-913-9944 ISBN، ص ۱۷